حدود کے بغیر شریعت نہیں قرضاوی کی گمراہیاں

لا شریعة بلا حدود رد علی ضلالات القرضاوی

شیخ ابو منذر شنقیطی

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی نبیہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

لوگ شریعت کی بات کرتے ہیں مگر ایسی شریعت جس میں حدود نہ ہوں۔ پس پردہ یہی ہوتا ہے کہ شریعت (حدود) میں محصور نہیں ہے۔ پر فریب اور گھٹیا طرز گفتگو جس کا مقصد حدود کو کالعدم قرار دینا اور ان کے نفاذ کے مطالبے سے دستبردار ہو جانا ہوتا ہے۔ ایک ایسا بہانہ جو ان کی سیکولر اسلاف کو بھی نہیں سوجھا۔ لیکن لادین اخوانیت (یعنی عالمی بھائی چارے کا فلسفہ، واللہ اعلم، مترجم) کے سامنے کوئی رکاوٹ حائل نہیں۔ وہ جب چاہے کفر کے سمندر میں اسلام کے نام سے داخل ہو جائے اور اسلام کے نام پر ہی شریعت (اسلامی حدود) کے خلاف جنگ شروع کردے۔

قرضاوی نے بھی مورخہ ۲-۰۱-۲۰۱۱ کو شریعت وحیات کے حوالے سے منعقد ایک پروگرام میں گفتگو کرتے ہوئے یہی کچھ کیا۔ اس نے لوگوں کے سامنے ان کے مذہب کی حقیقت اور ان کے عقیدے کی طبعیت کو اجاگر کرتے ہوئے کہا:

۱. حدود کچھ بھی نہیں

۲. مذہبی ریاست کچھ بھی نہیں

۳. خلافت کوئی شے نہیں

۴. اشاعت اسلام کے لیے جہاد کچھ بھی نہیں

۵. وضعی قوانین میں کوئی رکاوٹ نہیں

٦ کافر کی سربراہی میں کوئی رکاوٹ نہیں

٧ عوام کی حکومت میں کوئی رکاوٹ نہیں

یہ اخوانی کس دین کی بات کرتے ہیں؟

ان میں اور ان کے دیگر سیکولر اور لبرل بھائیوں کے مابین کیا فرق رہ گیا؟ اپنی سیاسی جدوجہد میں یہ لوگ نفاذ شریعت کی سوچ سے دستبردار تھے ہی۔ اور اب جبکہ اقتدار میں آ گئے نفاذ شریعت کے مطالبے سے بالکل ہی دستبردار ہو گئے۔ آخر وہ کس اسلام کی بات کرتے ہیں؟ لادینیت (یعنی سیکولر و لبرل ازم) سے محض زبانی دعوی کر کے تمہارا جان چھڑا لینا بے معنی ہے۔

اے بے دینو! اسلام کی طرف نسبت کر کے تمہارا خود کو سیکولر نہ سمجھنا بیکار ہے۔ کون مجرم خود کو مجرم کہلوانا پسند کرتا ہے؟ ہم اس بات کے منتظر نہیں کہ تم با آواز بلند اعلان کر دو کہ ہم اسلام کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ ہم شریعت اسلام سے بری ہیں۔ کیونکہ تمہارے نظریات وافعال تمہارے اس طرح کے کسی اعلان سے بڑھ کر اس بات کا ثبوت ہیں۔

یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اخوانی ان حدود کے نفاذ کا مطالبہ کریں جو کلی اور جزئی اعتبار سے ان کے تسلیم کردہ ریاستی قانون اور ان کے ایجاد کردہ وضعی قوانین اور ان کی رائج کردہ کفریہ جمہوریت (ڈیموکریسی جس کا اصل ترجمہ عوامیت یا عوامی اکثریت بنتا ہے۔ مترجم) سے متضاد ہوں؟

درحقیقت قرضاوی اور اس کے اخوانی شاگرد شریعت کو کالعدم قرار دینے کا مطالبہ کرنے والے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اور اس کے لیے ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ شرعی اصطلاحات اور مفاہیم سے کھیلا جائے چنانچہ وہ شریعت کے مفہوم کو وسعت دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے اس جادو کے زور پر عام لوگوں کو باور کراتے ہیں کہ یہ مرتد حکومتیں اللہ کے بعض یا اکثر قوانین کو نافذ کر رہی ہیں۔

بلکہ شیطان نے انہیں پٹی پڑھا رکھی ہے کہ ان مرتد حکام نے 95 فیصد شریعت کو نافذ کر رکھا ہے سوائے ان حدود کے جو شریعت کا تقریباً 5 فیصد بنتی ہیں۔ لیکن کیا اس شیطانی شبہے اور وسوسے کے حاملین ہمارے سامنے ثابت کر سکتے ہیں کہ جس 95 فیصد (شریعت کے نفاذ) کا وہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اگر حاکم اسے کالعدم قرار دے دے تو پھر اسے کافر قرار دیا جائے گا (وگرنہ نہیں) یا اس کے (یعنی 95 فیصد شریعت کے) نفاذ کی خاطر اس سے لڑنا جائز ہو گا (اس سے کم کے لیے نہیں)؟

جبکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو حاکم فقط ان حدود کو کالعدم قرار دے جنہیں تم 5 فیصد کہتے ہو تو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ اور اس سے قتال کرنا (لڑنا) مشروع ہو جائے گا اگرچہ وہ 95 فیصد شریعت نافذ کر دے جس کا تم ڈھنڈورا پیٹتے ہو۔ اور چونکہ تم نے نفاذ شریعت کی اصطلاح کا مذاق بنا لیا ہے اور اس میں اپنی من مانی تبدیلیاں کر رکھی ہیں (یعنی نفاذ شریعت سے صرف ان امور کی تنفیذ مراد لیے ہو جو حکام کی سیاسی پالیسیوں سے متصادم نہ ہوں) چنانچہ ہم تمہاری وجہ سے اس اصطلاح کو ترک کر کے ایک دوسری اصطلاح استعمال کریں گے جو اس سے

زیادہ واضح اور قطعی ہے۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ: حدود سے مراد وہ حکم ہے جو اللہ نے نازل کیا اور جس کا تارک کافر ہے اور نفاذ حدود کی خاطر ہم قتال کر سکتے ہیں چنانچہ جو حاکم بھی حدود نافذ نہ کرے وہ کافر ہے اور جو حاکم بھی حدود نافذ نہ کرے اس کے خلاف قتال کرنا فرض ہے۔

حدود کی اہمیت گھٹانے اور اس کے نفاذ کے مطالبے کے ارادوں کو کمزور کرنے کی ناپاک کوشش ہی اس مضمون کی تحریر کا سبب بنی ہے۔ اس حوالے سے قرضاوی کی گفتگو میں وارد شدہ چند نکات:

(۱) اس کا خیال ہے کہ جب تک معاشرے میں انصاف عام نہ ہو جائے اور بے روزگاروں کو روزگار کے مواقع مہیا نہ کر دیئے جائیں اس وقت تک حدود کا نفاذ مناسب نہیں ہے۔

اس کا کہنا ہے کہ: یہی مشکل ہے یعنی عدم تطبیق یعنی حدود کو ان کی شروط کے بغیر نافذ کر دینا یعنی (**واقیموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ**۔ ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو) سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حد سرقہ (چوری کی حد ہاتھ کاٹنا) نافذ کرتے ہیں تو آپ اسلام مکمل طور پر نافذ کر چکے تھے انہوں نے مالداروں سے زکاۃ لی تاکہ فقیروں کو دے دی جائے معاشرے میں باہمی تعاون کو فروغ دیا، بے روزگاروں کو کام دیا یعنی اسلامی طرز زندگی قائم کیا۔

جبکہ یہاں آپ ایسی حالت میں حد سرقہ (چوری کی حد ہاتھ کاٹنا) نافذ کریں گے جبکہ بے روزگار کے لیے کوئی روزگار نہیں، بھوکا کوئی کام نہیں پاتا، بیمار روٹی اور دوا نہیں پاتا یتیم سرپرست نہیں پاتا، بے گھر گھر نہیں پاتا یعنی آپ کس طرح حد نافذ کر سکتے ہیں جبکہ لوگوں کی حالت یہ ہے پہلے ان پہلوؤں سے اسلام نافذ کریں اس کے بعد مالدار چوری نہیں کرے گا صرف وہ چوری کرے گا جس کے نفس میں شر ہو۔

عمر رضی اللہ عنہ کو لیجئے انہوں نے قحط سالی میں حد سرقہ موقوف کر دی کیونکہ ان کے خیال میں بھوک کا عام ہو جانا عام شبہ ہے لوگ اپنی ضرورت، اپنی بھوک کی وجہ سے چوری کرتے ہیں بھوکا چاہتا ہے کہ خود بھی کھائے اور اپنی اولاد اور اپنے کنبے کو بھی کھلائے۔

اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ: اصل یہ ہے کہ حدود اس وقت قائم کی جائیں گی جب جیسا کہ میں نے کہا عقیدے، شریعت، اخلاق و آداب، اور اقدار کی اسلامی تعلیمات عام ہو جائیں فی الحال ہم مسلم معاشرہ قائم کریں پھر ہم حد قائم کریں۔ (قرضاوی کی بات ختم ہوئی)

جبکہ ہمارے علم میں ایسی کوئی بات نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بے روزگاروں کو روزگار دیا ہو (البتہ احادیث میں اس طرح ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے والوں کو محنت مزدوری کرنے کی ترغیب دی اور ان دونوں باتوں کے مابین فرق واضح ہے۔ مترجم)

ایسے ہی ہمارے علم میں ایسا کوئی عالم بھی نہیں ہے جو کہتا ہو کہ نفاذ حدود کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بے روزگاروں کو روزگار دیا جائے یا لوگوں کی معاشی حالات بہتر ہو یا اسلام کی دیگر تعلیمات نافذ العمل ہوں ایسا اگرچہ ضروری ہے لیکن نفاذ حدود کے لیے شرط نہیں ہے۔

قرضاوی کی اس گفتگو میں گمراہی کے دو پہلو ہیں:

پہلا پہلو: اگر یہ بات واقعی عذر ہوتی جیسا کہ قرضاوی کا خیال ہے تو اس کا تعلق فقط ایک حد سے ہوتا یعنی حد سرقہ جبکہ بقیہ حدود کا روز گار کے مواقع مہیا کرنے یا معاشرے میں انصاف کا پرچار کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ مادی بے بسی (یعنی معاشی بدحالی) شراب نوشی یا زنا کاری یا تہمت یا ارتداد یا قتل ناحق کو جائز قرار نہیں دے سکتی چنانچہ مادی کشادگی (یعنی معاشی خوشحالی) کو نفاذ حدود کے لیے شرط قرار دینا قول باطل ہے جس کا اصل مقصد حدود کو کالعدم قرار دینا ہے۔

دوسرا پہلو: چور سے حد سرقہ صرف اسی صورت میں ساقط ہوگی جب واضح ثبوتوں کے ذریعے ثابت ہوجائے کہ وہ بھوک کو مٹانے کے لیے چوری کرنے پر مجبور ہوگیا تھا یہ شبہ اس سے حد کو ساقط کردے گا کیونکہ مسلمانوں پر اسے کھانا کھلانا فرض ہے فقہاء کہتے ہیں کہ جسے اپنی موت کا خدشہ ہو بھوک کی شدت ختم کرنے کے خاطر اس کے لیے مسلمانوں کے اموال میں دست درازی کرنا جائز ہوجائے اور اگر وہ اسے روکیں تو اس کے لیے ان سے لڑنا بھی جائز ہوجائے گا۔

یہ ایک استثنائی صورت ہے جو بار بار نہیں آتی جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمادہ کے سال عام قحط پڑا تھا اور مادی کمزوری اور غربت کے عام ہونے کو حد سرقہ کے ساقط ہوجانے کا سبب ماننا تو کسی بھی مسلمان نے کبھی یہ بات نہیں کی بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو غربت عام تھی اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پائی جانے والی بھوک اور غربت کا تذکرہ:

عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ عروہ سے کہا: میرے بھانجے ہم پر 3 چاند (یعنی تین قمری مہینے) گزر جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہ جلائی جاتی (عروہ کہتے ہیں) میں نے پوچھا کہ خالہ جان آپ کا گزارا کیسے ہوتا فرمانے لگیں دو کالی چیزوں پر یعنی کھجور اور پانی البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار پڑوسیوں کے پاس دودھ والی اونٹنیاں تھیں وہ ان کا چوئے ہوئے دودھ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ دے دیا کرتے جو آپ ہمیں پلایا کرتے۔(بخاری، مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا ان میں سے کسی ایک مرد کے پاس تہبند نہ تھی اوڑھنے کی چادر ہوتی یا کمبل جو وہ اپنی گردنوں سے باندھ لیتے تو ان میں سے کسی کی آدھی پنڈلی تک آتی اور کسی کی ٹخنوں تک چنانچہ وہ اپنی ستر کھل جانے کے ڈر سے اپنے ہاتھ سے اسے پکڑ کر رکھتا۔(بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دن یا ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو ابو بکر اور عمر بھی تھے آپ نے پوچھا تمہیں اس وقت تمہارے گھروں سے کس نے نکالا ہے؟ وہ دونوں کہنے لگے اللہ کے رسول بھوک نے۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے بھی اسی شئے نے نکالا ہے جس شئے نے تمہیں نکالا ہے کھڑے ہوجاؤ چنانچہ وہ آپ کے ساتھ چل پڑے پھر ایک انصار کے پاس آئے۔۔۔۔الحدیث (مسلم)

یعقوب بن عبد اللہ بن ابو طلحہ انصاری نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ: ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ کو آپ کے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا پایا آپ ان کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے اور آپ نے اپنے پیٹ پر ایک پٹی کسی ہوئی

تھی اسامہ (راوی) کہتا ہے مجھے شک ہے کہ پتھر کہا میں نے آپ کے کسی صحابی سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر پٹی کیوں کس رکھی ہے اس نے کہا بھوک کی وجہ سے۔۔۔الحدیث (مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگ کہا کرتے تھے کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ روایت کرتا ہے جبکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو لازم کرتا تھا تاکہ اپنا پیٹ بھر سکوں جبکہ میرے پاس کھانے کو روٹی اور پہننے کو ریشم نہ ہوتا تھا نہ ہی میرا کوئی خادم یا خادمہ تھیں اور بھوک کی وجہ سے میں اپنے پیٹ پر پتھر لگا لیتا اور میں کسی سے ایک آیت کا مطلب پوچھتا جو مجھے یاد تھی (اس سے مراد یہ آیت ہے: ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیما واسیرا۔ ترجمہ: اور وہ اس (یعنی اللہ) کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ مترجم) تاکہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائے اور کچھ کھلا دے اور لوگوں میں مسکین کے لیے سب سے بہتر جعفر بن ابی طالب تھے وہ ہمیں لے جاتے اور ہمیں اپنے گھر سے کھلاتے بسا اوقات وہ ہمارے پاس گھی کا برتن لے آتے جس میں کچھ نہ ہوتا وہ اسے پھاڑ دیتے پھر اس پر جو لگا ہوتا ہم اسے چاٹ لیتے۔ (بخاری)

محمد بن سیرین کہتے ہیں: ہم ابو ہریرہ کے پاس تھے انہوں نے کاٹن کے دو صاف کیے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے پھر اچانک انہیں طیش آیا اور کہنے لگے کیا بات ہے ابو ہریرہ کی کاٹن کے صاف لباس میں اترا رہا ہے جبکہ میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حجرہ عائشہ کے درمیان غشی کھا کر گر پڑتا پھر کوئی آنے والا میری گردن پر پیر رکھ کر گزرتا اور سمجھتا کہ میں پاگل ہوں حالانکہ میں پاگل نہ ہوتا بلکہ بھوکا ہوتا تھا۔ (بخاری)

عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: میرے پاس ایک مسکین خاتون آئیں انہوں نے اپنی دو بچیاں اٹھائی ہوئی تھیں میں نے اسے کھانے کے لیے 3 کھجوریں دیں چنانچہ اس نے دونوں بچیوں کو ایک ایک کھجور دی اور تیسری کھجور کھانے کے لیے اپنے منہ کی جانب اٹھائی تو اس کی بچیوں نے اس سے وہ کھجور بھی کھانے کو مانگی تو اس نے اس کھجور کے دو حصے کیے اور ان دونوں میں بانٹ دئے مجھے اس کی حالت پر تعجب ہوا اور اس حالت کا ذکر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: (ترجم) اللہ نے اس (کھجور) کے ذریعے اس کے لیے جنت کو واجب کر دیا یا فرمایا اس کی وجہ سے اللہ نے اسے آگ سے بچا لیا۔ (مسلم)

میں کہتا ہوں یہ تمام روایات بتاتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شدید غربت اور محتاجگی عام تھی اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوم نہیں کہ آپ نے کسی سے حد سرقہ ساقط کر دی ہو بلکہ اسکے برعکس جب اسامہ رضی اللہ عنہ نے بنومخزوم کی ایک چورنی کی سفارش کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم شدید غصہ ہو گئے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ دور حاضر کے مسلمان جس قدر بھی غریب یا فقیر ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پائی جانے والی غربت اور فقیری سے زیادہ نہیں چنانچہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو حد سرقہ لگائی جاتی ہو جبکہ ہمارے زمانے میں یہ موقوف ہو جائے؟

عام الرمادہ (یعنی شدت کا سال) اسے یہ نام دیا ہی اس لیے گیا کہ وہ انتہائی مشکل سال تھا۔

اصمعی کہتے ہیں: ارمد الناس کا مطلب ہے لوگ مشقت میں مبتلا ہو گئے (لفظ ارمد رمادہ سے نکلا ہے۔ مترجم) ایسے ہی رمادہ کا معنی ہلاکت (موت) بھی ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے (ترجمہ) میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ میری امت پر ایسا قحط مسلط نہ کرے

جو اسے ہلاک کردے اس نے میری دعا قبول فرمالی۔

(اس حدیث کا عربی متن اس طرح ہے: سالت ربی ان لا یسلط امتی سنة فترمدھم فاعطا نیھا۔مترجم)

شاعر کہتا ہے:

كأصرام عادحين جللها الرمد..... صببت عليكم حاصبي فتركتكم.

ترجمہ: جیسے قوم عاد کے راستے جب ان پر رَمَدُ (ہلاکت) ظاہر ہوئی۔
میں نے تم پر آندھی بھیجی پھر میں نے تمہیں چھوڑ دیا۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

لقد فنيت وقد بقي الكتاب... حلفت بطه والمثاني
له ظفر تخرمها وناب... ألظ بها رمادريا أزوم

ترجمہ:

وہ (یعنی قحط) چلا گیا لیکن اس کے نشانات اب بھی باقی ہیں میں طہ اور فاتحہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں
کہ اس نے اپنے پنجوں اور کچلیوں کو تیز کر کے ان کے ذریعے خوب رماد (ہلاکت) وتباہی مچائی۔

شاعر قحط کے متعلق بتا رہا ہے کہ وہ انتہائی شدید تھا۔عام الرمادہ (یعنی قحط کا سال) کی شدت کی وجہ سے ہی عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ ہر مسلمان گھرانے کے ساتھ اس جیسا ایک اور گھر ملا دوں کیونکہ انسان آدھا بھوکا رہنے کی وجہ سے مرتا نہیں ہے۔ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ: انہوں نے ایسا کیا تھا۔روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے سال زکاۃ کو موخر کر دیا پھر آئندہ سال جب لوگ آسودہ ہو گئے تو انہوں نے ان سے دو سال کی زکاۃ لی۔ابو عبید کتاب الاموال میں ابو ذباب سے روایت کرتے ہیں کہ: عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے سال زکاۃ کو موخر کر دیا۔

ابن سعد نے طبقات میں یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب سے اسی طرح کی روایت کی ہے اور بشر الفزاری سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ: ہم اپنے آپ کو دیکھتے ہیں کہ قحط ہمارے اموال برباد کر چکا تھا۔-------چنانچہ عمر نے اس سال تحصیلدار نہ بھیجے (یعنی زکاۃ وصول کرنے والے۔مترجم)

روایت میں ہے کہ قحط کے سال عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ پھیکا پڑ گیا یعنی تبدیل ہو گیا جب انہوں نے کہا کہ میں موٹا ہونے کے لیے نہیں کھاتا۔
خلاصہ یہ کہ عام الرمادہ (یعنی قحط کا سال) اس قدر شدید تھا جس کی مثال نہیں ملتی بہت سے لوگ اس سال بھوک کی وجہ سے مر گئے اور لوگوں کے حالات اس قدر تنگ ہو گئے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو چند تدابیر اختیار کرنا پڑیں مثلاً زکاۃ کو موخر کر دینا، مالداروں سے غریبوں کی زبردستی کفالت کروانا اور حد سرقہ ساقط کر دینا جبکہ آج ہم جس حالت میں ہیں وہ قطعاً ایسی نہیں چنانچہ کسی ضروری وجہ کے بغیر حدود کو ساقط کرنا جائز نہیں ہے۔نیز جو عذر حد سرقہ کو ساقط کر دیتا ہے اس میں دو حالتوں کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے۔

پہلی حالت: عام حالت: یعنی ایسی شدید حالت جو سب لوگوں کو شامل ہو کم از کم وہ عام الرمادہ جیسی حالت تو ہو (پھر یہ حالت حد سرقہ کو ساقط کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ مترجم) چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں پائی جانے والی غربت وفقیری کے باوجود حد سرقہ ساقط نہ کی۔

دوسری حالت: خاص حالت: یعنی چوری کرنے والے کی حالت سے ثابت ہو جائے کہ وہ شدید بھوک اور انتہائی ضرورت کی وجہ سے چوری کرنے پر مجبور ہو گیا تھا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایسا ہی ہوا تھا چنانچہ جب عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حطب بن ابی بلتعہ اپنے غلاموں کو بھوکا رکھتا ہے (جس کی وجہ سے انہوں نے چوری کی) تو انہوں نے حد سرقہ کو ان سے ساقط کر دیا۔

مطلق فقر (یعنی عام غربت یا فقیری) حد سرقہ کو ساقط کرنے کا سبب نہیں بن سکتا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے فرمایا: (ترجمہ) اللہ چور پر لعنت کرے وہ انڈہ چراتا ہے پھر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ جو شخص انڈہ چرائے گا وہ یقیناً فقیر اور محتاج ہی ہو گا۔

(۱) اسی پروگرام حلقے میں قرضاوی نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ حد زنا کی سزا زنا کی سزا نہیں بلکہ لوگوں میں کھلے عام زنا کرنے سے سزا ہے اس کے لیے اس نے دلیل یہ دی کہ یہ سزا چار عادل گواہوں کے ذریعے ہی ثابت ہوتی ہے۔

اس کے الفاظ ہیں: اسلام کا ایک فلسفہ ہے مثلاً حد زنا میں اسلام حد زنا اس لیے قائم نہیں کرتا کہ آدمی نے زنا کیا ہے بلکہ حد زنا اس لیے قائم کرتا ہے کہ اس نے فجور (کھلے عام زنا) کیا ہے یعنی دن دیہاڑے علانیہ زنا کیا کہ کم از کم چار گواہوں نے اسے دیکھا اور یہ چیز جنسی بے راہ روی کے رجحان کا باعث بنے گی جیسا کہ نشہ آور اشیاء کا رجحان فقہاء بھی یہی بات کرتے ہیں۔

قرضاوی کے اس گمراہ کن قول کے باطل ہونے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ حد زنا اس شخص پر قائم کی جائے گی جس پر زنا کا الزام ثابت ہو جائے خواہ اس نے چھپ کر زنا کیا ہو ایسے ہی ہر اس شخص پر بھی حد زنا لگے گی جو زنا کا اقرار کر لے اگرچہ اس نے کھلے عام زنا نہ کیا ہو ایسے ہی ہر اس عورت پر بھی حد زنا لگے گی جس کا زنا کی وجہ سے حمل ظاہر ہو جائے اگرچہ اس نے کھلے عام زنا نہ کیا ہو۔ زنا بذات خود حرام ہے جبکہ حد زنا عمل زنا کی سزا ہے نہ کہ اسے کھلے عام کرنے کی۔

(۲) اس نے حدود میں اختلاف کو نمایاں کرنے اور ان اقوال کو بیان کرنے پر زور دیا جو حدود میں سے کسی بھی حد کا انکار کرتے ہوں جیسے خوارج کے اس طرح کے اقوال ایسے ہی اس نے اس بارے میں تفصیلی گفتگو کی تاکہ سامعین کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ جائے کہ حدود اختلافی مسائل میں سے ہیں اور ظنی مسائل ہیں نہ کہ قطعی اور اتفاقی۔

(۳) اس کا گمان ہے کہ اگر کوئی شخص حدود میں سے کسی کا مرتکب ہو اور اس بات سے جاہل ہو کہ یہ سزا کو لازم کر دیتی ہے تو یہ جہالت اس سے حد کر ساقط کر دے گی چنانچہ اقامت حد کی شروط بیان کرتے ہوئے اس نے کہا:

> اور وہ جانتا ہو کہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا مثلاً اگر وہ شادی شدہ ہے تو جانتا ہو کہ اس کا (یعنی زنا کا) نتیجہ رجم (سنگسار) ہو گا اور اگر غیر شادی شدہ ہو تو جانتا ہو کہ اس کا نتیجہ جلد (کوڑے) ہو گا کچھ لوگ قاضی کے سامنے آ کر کہہ دیتے ہیں لیکن جانتے نہیں کہ وہ

اسے رجم کردے گا نہ ہی اس طرح کی کوئی اور بات وجانتا ہے۔نہیں! ضروری ہے کہ وہ مکمل طور پر جانتا ہو۔(قرضاوی کی بات ختم ہوئی)

صحیح بات یہ ہے کہ عقوبات (یعنی اسلامی سزاؤں) میں معذور وہی شخص ہوگا جو حرمت سے جاہل ہو اور جائز سمجھتا ہو جبکہ اس (فعل حرام جس کی حرمت کا اسے علم نہیں) کا تعلق دین کے ان بنیادی امور سے نہ ہو جو ہر ایک کو معلوم ہوتے ہیں مثلاً زنا اور چوری اور شراب نوشی اور قتل ناحق کا حرام ہونا ان معلوم شدہ امور سے جہالت صرف اس شخص کے حق میں عذر بن سکتی ہے جو کسی الگ تھلگ گاؤں کا رہنے والا ہو یا نیا مسلمان ہو۔ جبکہ جو حرمت کا علم رکھتا ہو لیکن اس کی سزا سے ناواقف ہو تو اسے کسی بھی حالت میں معذور نہ مانا جائے گا۔

④ قرضاوی نے اپنی لچکیلی طبعیت اور احکام شرعیہ سے کھیلنے کی عادت کے باعث حدود میں بھی اجتہاد کا دروازہ کھولنے کی بات کرتے ہوئے کہا: یہ ایک لازمی سی بات ہے کہ لوگ نفاذ شریعت کے ذریعے شریعت کی واپسی کا مطالبہ کریں جبکہ ہم ان لوگوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم شریعت کو ایسے اجتہاد کی روشنی میں نافذ کریں جو زمان ومکان اور انسان میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا اعتبار کرتا ہو پرانی کتابوں میں سے کس شئے کو لے کر ہم نافذ کریں گے؟

اس نے یہ بھی کہا کہ: نفاذ شریعت کے لیے میں شرط لگاتا ہوں کہ ہمیں بہت سے امور میں اجتہاد کا دروازہ ضرور کھولنا چاہئے یعنی میرا خیال ہے کہ بہت سے ایسے امور ہیں مثلاً کیا مسلمان کو غیر مسلم کے عوض قتل کیا جاسکتا ہے؟ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی ہم وطن کو قتل کردے بالفرض اگر مصری مسلمان کسی قبطی کو قتل کردے کیا اس سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟

قرضاوی کی اس گفتگو میں سے جو چند نکات ہم نے ذکر کیے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ اس پروگرام کا اصل مقصد حدود کی اہمیت کو گھٹانا ہے۔ **(الردود علی من استهان بالحدود)** نامی اپنے رسالے میں ہم نے ان لوگوں کے باطل اقوال کا رد کیا ہے اور ان کی جانب سے کسی بھی طرح کا شرعی رد یا جواب نہ پاسکا جبکہ وہ اپنی عادت کے مطابق یہی کہتے رہے جھوٹ بولو۔۔۔جھوٹ بولو۔۔۔۔۔۔۔حتی کہ آپ سچ ماننے لگیں۔

یہ وہ شبہ ہے جو وہ شریعت اور زندگی کے نام سے جاری شبہات اور عجائبات سے معمور پروگرام میں پھیلا رہے ہیں۔ شریعت کے نام پر جاری اس پرواگرام پر تعجب ہے کہ اس میں شریعت کو کالعدم قرار دینے کی بات مرکز گفتگو ہے۔ لیکن ان لوگوں کی یہی حقیقت ہے۔ وہ اسلام کے خلاف جنگ کے لیے ہی مسلمان ہیں لیکن اللہ بھی ان کی گھات میں ہے:

"فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ"
ترجمہ: جھاگ بےکار جاتا ہے جبکہ جو شئے لوگوں کے لیے نفع دے وہ زمین میں باقی رہتی ہے۔ (رعد۔ ۱۷)

والحمدللہ رب العالمین۔